OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

فکر اسلامی اور اس کے اولین مصادر: ایک مطالعہ
A Study of Islamic Thought and its Basic Sources

Saima Bashir
Doctoral Candidate, National University of Modern Languages, NUML, Islamabad

Prof. Dr. Mustafeez Ahmad Alvi
Head of Department Islamic Thought and Culture, Former Dean FSS, National University of Modern Languages, NUML, Islamabad

Abstract
The Islamic tradition of thought is grounded in a rich body of knowledge that has been developed over centuries, derived from the revealed wisdom of Qur'an & that of the Sunnah (prophetic practices) of the Prophet (PBUH). This knowledge encompasses a broad range of fields, including theology, jurisprudence, ethics, and spirituality, among others. This paper examines the original sources of Islamic thought that have been instrumental in shaping the Islamic intellectual tradition. The paper begins by discussing the Quran, which is the original source of Islamic knowledge, and examines Hadith o Sunnah (sayings and actions) of the Prophet Muhammad and serve as a complementary source of Islamic law and ethics. The paper also explores the role of Ijtihad (deriving guidance from Qur'an & Sunnah through human reason and intellect) in Islamic thought, including the use of logical reasoning and philosophical inquiry to understand Islamic teachings.

Key Words: Islamic Thought, Revealed Wisdom, Prophetic Practice, Human Reason, Innovative Thinking

تمہید

فکر انسانی سے مراد، انسان کی منظم سوچ، فکر اور نظریہ حیات ہوتا ہے جس کی بنیاد غور و تدبر پر رکھی گئی ہو۔ غور و فکر اور عقل و تدبر ہی وہ غالب ترین خوبی ہے جو انسان کو دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ قوت فکر ہی انسان کی معنویت کا حقیقی ثبوت ہے۔ اگر یہ توانائی نہ ہو تو سب قوتیں معطل و مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں خواہ وہ قوت عاملہ ہو، سامعہ ہو یا بصر سب کی غیر متحرک ہوتی ہیں۔ قوت فکر کے لیے خام مال مہیا کرنے کی ذمہ داری انسان کے حواس کی ہوتی ہے جب کہ عقل انسانی اس کا منبع قرار پاتی

CC BY

ہے۔ قرآن حکیم نبی محترم ﷺ پر نازل ہونے والی آخری کتاب ہے جو تمام اقوام عالم کے لیے ابدی صحیفہ ہدایت ہے۔ قرآن حکیم فکر اسلامی کا اولین مصدر ہے یہ تمام بنی نوع انسان کے لیے نور مبین اور امام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی پیش کردہ علمی تحریک تمام انسانیت کے لیے سرمایہ افتخار ہے:اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا "[1] بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔" قرآن کریم نے نبی آخر الزمان ﷺ کے منصب رسالت کے وظائف کو واضح کرتے ہوئے راہنمائی کی ہے کہ:"يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"[2]"ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے۔" قرآن حکیم، افکار کی اصلاح اور اخلاق کی تعمیر پر زور دیتا ہے اور اس کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی تشریح اور تشریعی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ کتاب اللہ نے، آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو تطہیر فکر کے لیے بنیادی اساس کے طور پر پیش کرتا ہے اور انسانی زندگی کو پیش آمدہ مسائل کے حل کے اجتہادی قوت فراہم کرتا ہے۔

فکر کا مفہوم

الزبیدی کے مطابق فکر مصدر ہے اور تین حروف اصلیہ ف، ک، ر پر مشتمل ہے *نَصَرَ یَنْصُرُ* کے وزن پر ہے۔ اس سے مراد سوچنا غور و فکر کرنا۔[3] امام غزالی لکھتے ہیں: الفکر مفتاح المعارفۃ والکشف۔[4](فکر معرفت اور کشف کی کلید ہے)۔ کیمیائے سعادت میں انہوں نے صحیح فکر کو سعادت کہا ہے، ان کے خیال میں دل جو مانند بادشاہ ہے اگر وزیر یعنی عقل سے مشورہ اور خواہش و غصہ کو حرام کر کے عقل اپنا محکوم بنالے یعنی اچھی فکر پر چل پڑے تو بدن کا نظام بھی درست رہے گا اور فکر بھی سعادت کا باعث ہے لیکن اگر فکر صحیح کی راہ پر نہ چلی، غصہ اور خواہش کی قیدی بن گئی تو یہ فکری تباہی اور انسان کی ہلاکت ہے۔[5] امام راغب اصفہانی فکر کے معانی کی وضاحت میں لکھتے ہیں:قال بعض الا دباء الفکر مقلوب ون الفکر ک لکن ستعمل الفکر فی المعنی وھو فرک الامور وبحثھا طلبا الوصول الی حقیقتھا[6](بعض ادباء کا خیال ہے کہ لفظ فکر دراصل فرّک سے مقلوب ہے۔ لیکن فکر کا لفظ زمانہ کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لئے اس کے بارے میں چھان بین کرنے کے ہیں)۔ وہ مزید لکھتے ہیں:الفکرۃ قوۃ مطرقۃ للعلم الی المعلوم والتفکر جولان تلک القوۃ بحسب نظر العقل۔[7](فکر اس قوت کو کہتے ہیں جو علم کو معلوم کی طرف لے جائے اور تفکر کے معنی فکر و نظر اور عقل کے مطابق اس قوت کو جولانی دینے کے لئے ہیں)۔ گویا، کسی بھی معاملہ مسئلہ کے حل کے لیے مسائل کی تہہ تک پہنچنا غور و فکر کرنا ضروری ہے اس کے بغیر کامیابی کا حصول ناممکن ہے۔ اسی لیے فکر کا لفظ اردو زبان میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسے کہ عربی زبان میں آیا ہے۔ فرہنگ آصفیہ کے مطابق فکر سے مراد، سوچ بچار، اندیشہ، خیال، تدبیر، دھیان، غم، رنج، اندوہ، ملال، خاطر غور، تامل، حاجت وغیرہ۔[8] اسی طرح انگریزی زبان میں "Thought" کا لفظ فکر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں: غور و فکر، سوچ بچار، غور و خوص، خیال، تدبیر منشا مقصد، موضوع فکر، ارادہ۔[9] انسانی غور و فکر کے لیے انگریزی زبان میں متعدد الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے: Care, Deliberation, Idea, Anxiety, Imagination, Meditation, Notion, Opinion[10](توجہ، فکر، تشویش، سوچنے غور کا عمل، غور فکر، اچھی طرح غور و فکر، ہر ذہنی تاثر تخلیق کرنے کا عمل، وجدانی تخلیق رائے یا خیال)۔ علامہ اقبال، فکر انسانی کی ماہیت اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

In its essential nature, then thought is not static: It is dynamic and unfolds its internal infinitude in time like the seed which, from the very beginning, carries within itself the organic unity of the tree as a present fact. Thought is therefore, the whole in its dynamic self- expression.[11]

(فکر اپنی ماہیت میں متحرک ہے۔ ساکن نہیں اور باعتبار زمانہ دیکھا جائے تو وہ اپنی اندرونی لامتناہیت کا اظہار اس بیج کی طرح کرتی ہے جس میں پورے درخت کی نموپذیر وحدت وقت ایک حقیقت حاضرہ کے طور پر شروع ہی سے موجود رہتی ہے۔ جہاں تک اظہار کا تعلق ہے تو فکر کی مثال ایک "کل" کی ہے۔)

اسی طرح ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، انسانی فکر کے بارے میں لکھتے ہیں: انسانی فکر میں ابتدائی مرحلے ہیں جزوی فکر کو کل سچائی تصور کیا گیا ہے اس کے بعد اس فکر کے خلاف متضاد دعوے سامنے آتے ہیں پھر انسانی فکر ابتدائی فکر میں کانٹ چھانٹ کر کے غلط عناصر کو نکال دیتی ہے اور اس طرح کل حقیقت سامنے آ جاتی ہے اس طریقہ استدلال یا فکری ارتقاء کو جدلیت (Dialectology) کہا جاتا ہے۔ اسی طریقہ کار کا قدیم فلسفی افلاطون اور جدید ہیگل نے صحیح فکر کو استعمال کیا اور مسلم متکلمین نے بھی یہی طریقہ اپنایا جسے ان کی زبان میں علم الکلام کہا جاتا ہے خام افکار کو نکال کر جو صحیح فکر حاصل ہوتی ہے یہی کل حقیقت ہے۔ مزید کمی کو غور و فکر سے پورا کیا جا سکتا ہے یہی وہ طریقہ ہے جس سے فکر انسانی ارتقائی منازل طے کر کے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔[12]

فکر اسلامی کا تعارف

سعید احمد پالن پوری اپنے مضمون فکر اسلامی کی تشکیل جدید میں "اسلامی فکر کیا ہے؟ "کہ موضوع کے تحت بیان کرتے ہیں: فکر اسلامی کو ہم اسلامی مزاج یا "اسلامی ذہنیت" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں یعنی مختلف الخیال اور مختلف المذاہب لوگوں کی باہمی گفتگو میں مذہب کی ضرورت اس کی حقانیت اور ترجیح کے سلسلے میں جو تاریخی، اخلاقی، تمدنی اور علمی مسائل زیر بحث آتے ہیں وہ سب فکر کا جزو ہیں اور ان کے متعلق اسلام نے جو تعلیمات پیش کی ہیں انہیں کا نام فکر اسلامی ہے۔[13] غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اپنی نوعیت و ہیت اور ماہیت کے اعتبار سے فکر اسلامی ایک جداگانہ فکر ہے۔ جو اللہ کی طرف سے روز اول سے ہی انسان کو عطا کی گئی ہے۔ سید نصر حسین کے مطابق فکر اسلامی ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں قرآن و حدیث ہیں۔[14] لہٰذا، اسلامی فکر کی انفرادیت کا اہم ترین اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ بحیثیت وحی الٰہی تفکر و تدبر، عقل و شعور اور حکیمانہ نظام فکر پیش کرتی ہے۔ مولانا ابو الحسن ندوی اس اسلامی فکر کو ربانی فکر کرار دیتے ہیں۔[15] اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انیس احمد لکھتے ہیں: اسلامی فکر و ثقافت کی سب سے نمایاں اور مرکزی پہچان اور خصوصیت اس کا مبنی بر وحی ہونا ہے۔ یہ وہ جوہری پہلو ہے جو اسلامی فن و ثقافت کو انفرادیت بخشتا ہے۔[16] گویا، اسلامی فکر ہمہ جہت اور ہمہ گیر خصوصیت کی حامل فکر ہے ۔ اس کا دائرہ کار نہایت وسیع ہے۔ یہ فکری، عقلی اور فطرتی پہلوؤں کا حسین امتزاج ہے۔ اس لیے، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے بقول، اسلامی فکر کوئی ایسا عقیدہ پیش نہیں کرتی جو عقل اور فطرت انسانی کے منافی ہو۔[17] بحیثیت وحی الٰہی، اسلامی فکر کا بنیادی نقطہ نظر انسانی آخروی اور دنیاوی فلاح و کامیابی ہے۔ ایسا معیار زندگی جو اسلامی اقدار اور مقاصد و معیارات سے ہم آہنگ ہو۔ اگر "اسلامی فکر" کو ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ: کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالادستی غیر

مشروط طریقہ سے دین و دنیا کے تمام معاملات میں قائم کرلی جائے اور اس بالا دستی کے لئے تن من دھن سے حصہ لیا جائے تا کہ اخوت اور مساوات اور انسانی حریت کے متوازن نظام کو متعارف کروایا جاسکے۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں فکر ایک لازمی عنصر ہے۔ جس کی دعوت اور ترغیب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ فکر اسلامی کی اساس ایسے دین پر ہے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ جس کی اصل اساس وحی ہے۔ جس میں کوئی کمی نہیں آئی یہ فکر کسی ایسی فکر کی تاریخ نہیں جس میں دین اور دنیا الگ الگ گوشوں میں ہو۔ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا فرمایا تو ساتھ ہی اس کے تمام لوازم کا بھی اہتمام فرمایا۔ فکر اسلامی ان تمام لوازم کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی اسی فکر کی اصلاح و ارتقاء ہے۔ جب جب اس میں خارجی عناصر داخل ہوئے معاشرے میں فساد برپا ہوئے کیونکہ فکر اسلامی کسی خارجی عناصر کو قبول نہیں کرتی ہے۔ اسلام مستقل مزاجی اور اصلاح فکر کی دعوت دیتا ہے کیونکہ جب اسلام ایک مکمل دین کی حیثیت سے وارد ہوا تو اپنے پیروکاروں کو ہدایت کا ایک نیا راستہ دکھایا۔ جس کی ابتدا و انتہا وحی الہی ہے انسانی افعال و کردار کا ایک مکمل تصور پیش کیا اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے انسانی فکر کو جلا بخشی اور اس تصور کے بنیادی ڈھانچے کی صداقت کو عملی تجربات اور مشاہدات کے زریعہ پرکھنے کی دعوت دی۔ اسلامی فکر خالق کائنات، مقام انسانی اور انسانی استعداد، انسانی ذمہ داریوں اور ان ذمہ داریوں کے جواب دہی کے اصول وضوابط واضح کر کے انسانی زندگی کا بہترین کا تصور پیش کرتی ہے۔

فکر اسلامی کی تاریخ

فکر انسانی کی پیدائش اسی وقت سے ہے جب سے انسان ہے، انسان جب سے ہے اس وقت سے خالق نے انسان کو اسلامی فکر کے مخزن عطا کیے ہوئے ہیں:﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا﴾[18] (اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی) سے لے کر)﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾[19] (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے)۔ تک اور پھر﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[20] (انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا) تک کے معاملات اسی حقیقت کی طرف نشادہی کر دی گئی ہے۔ انسانی زندگی ایک وحدت کا نام ہے اور فکر اسلامی اسے ایک سمت مہیا کرتی ہے۔ انسانی زندگی مختلف جہتوں اور سمتوں پر بغیر کسی فکر کے آگے بڑھنے سے انتشار اور فکری مسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسی انتشار اور مسائل سے بچنے کے لئے ہر دور میں اللہ تعالی نے انسانی راہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے ہر دور میں اس انتشار اور فکری بگاڑ کو توڑ کر معاشرہ کو سنوارنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ حضرت آدم علیہ السلام جن کا لقب ابوالبشر ہے۔ جن سے نسل انسانی کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس فکر کی ترویج و اشاعت کے لیے اللہ تعالی نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًاۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾[21]

(ہم نے فرمایا! تم سب جنت سے اتر جاؤ یعنی اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی طرف پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے)۔ علامہ ابن کثیر کی تشریح کے مطابق قرآن نے فکری طور پر دو معیار قائم کر دیئے۔ ایک عداوت، نا انصافی، ظلم، جبر اور دوسرا عدل و انصاف، صلح رحمی اور محبت بین الانسان جو پہلے فکر معیار پر چلے انہوں نے معاشرہ میں بگاڑ کی ابتدا کی جو دوسرے پہلو پر چلے انہوں نے اصلاح اور ہدایت کی پیروی کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کرہ ارض پر پہلے نبی ہیں جن سے انسان کے لیے پہلے سماجی نظام کی بنیادی اکائیاں استوار ہوتی ہیں۔[22] حضرت نوح علیہ السلام تمام ایسی فکر کے متضاد فکر اسلامی کو پیش کیا جو فکر و نظر کے فساد پر مبنی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس فکر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور الٰہی فکر سے اس قانونی انحراف کی فکر کی اصلاح فرمائی۔ اسی لیے قرآن میں آتا ہے: ﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ﴾[23] (بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا میرا کوئی معبود نہیں یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کا خوف ہے)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت و تمکنت سے نوازا اور بہت ساری آزمائشوں سے گزرنے کے باوجود آپ نے حق کی تبلیغ کو اپنا مسکن بنایا۔ اور ہر طرح کی سختی کو برداشت کیا اور الوہی فکر کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ، شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ اجۡتَبٰهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ، وَ اٰتَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَ اِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ، ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ﴾[24] (بے شک ابراہیم ہی دین کے بڑے مقتدا اللہ کے فرمانبردار اور اسی کے ہو کر رہنے والے تھے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ وہ تو ان کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا تھا اور ان کو سیدھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔ پھر ہم نے آپ کی کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی اتباع کریں جو یک رخ ہونے والے تھے اور ہر گز مشرکین میں سے نہ تھے)۔ زمانے میں تبدیلی تنوع اور تغیر و تبدل کا عنصر ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔ تغیر و تبدل زمانے کے وہ پہلو ہیں جن کو نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کو ان تمام پہلوؤں سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ اور اگر عالم انسان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو قرآن حکیم کی رو سے اس بات سے متعلق مکمل آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ کہ تمام تغیر و تبدل نشوونما اور ارتقاء کا دارومدار ہمیشہ انسانی عقائد پر ہوتا ہے۔ اگر یہ عقائد کسی قوم میں راسخ ہو جائیں تب بھی حقیقت حقیقی ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔ اگر عقائد ہی کسی قوم میں زندہ رہیں تو محض افکار و نظریات کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر خورشید احمد رقم طراز ہیں: تغیر زمانے کی وہ حقیقت ہے جسے نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کو ماننی پڑتی ہے۔ کم و بیش تمام لوگ اس راز کی حقیقت سے شناسا ہیں کہ دن کے بعد رات ضرور آتی ہے۔ انسان جو پیدا ہوتا ہے اسے مرنا ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ صرف تغیر ہی اصل ہے یا ماہیت تغیر میں کچھ اور بھی راز پنہاں ہیں۔ اگر انسان کی زندگی میں ترقی کی بات کی جائے تو کیا ہر ترقی کو عروج سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں ہمیں ایک حقیقت سے واسطہ پڑتا ہے کہ ہر چیز تبدیل ہوتی ہے۔ مگر ہر تبدیلی یا حرکت جو ماہیت کو تبدیل کرئے وہ ترقی نہیں ہو سکتی ہم صرف اسی حرکت کو ترقی کہہ سکتے ہیں جو صحیح راستہ سے ہمیں اپنی منزل کی طرف لے جا رہی ہو۔ جو حرکت منزل کے برعکس سمت میں لے جائے وہ ترقی نہیں بلکہ تنزلی ہے۔[25]

اسی طرح انسان کی انفرادی سوچ اور اجتماعی زندگی کی ابتدا کسی مقصد، نظریہ یا شعور سے ہوتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے اجتماعیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جسے "قومی فکر" یا قومی نظریہ سے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی فکری شعور کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کرتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ فِیۡمَا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴾[26] (اور سارے لوگ ابتدا میں ایک ہی جماعت باہم اختلاف کر کے جدا جدا ہو گئے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ ہو چکی

ہوتی تو ان کے درمیان ان باتوں کے بارے میں فیصلہ کیا جاچکا ہوتا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں)۔ اگر بغور اس کا اس پر نظر دوڑائی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ "فکر اسلامی" وہ فکر ہے جو انسان کو معاشرہ میں کسی بھی پہلو پر اکیلا نہیں چھوڑتی بلکہ انفرادی اور اجتماعی تمام پہلوؤں پر مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور ضابطہ اسی خالق کا جس نے یہ حیات عطا کی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اور اسے تمام مخلوقات پر فوقیت حاصل ہے۔ انسان کو اپنے رب کریم کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں اللہ کی عطا کردہ تعلیمات سے انحراف نہ کرے۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں: اسلامی نظریہ حیات پر بات کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضابطہ حیات کی حیثیت سے اسلامی تعلیمات کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے اسلام ہماری زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر روشنی ڈالتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ "اسلام بنیادی عقائد کی شکل میں، زندگی کی شکل میں زندگی کی حقیقتوں سے انسان کو روشناس کرواتا ہے۔ اور کائنات اور حیات کے بارے میں ہمیں بتاتا ہے۔ تاکہ انسان افراط و تفریط سے بچ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اعتدال و توازن کی بنیادوں پر استوار کرے اور کامیاب و کامران رہے۔[27] اسلامی فکر براہ راست انسانی افعال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ ایسی فکر کا نام نہیں ہے جس میں ذاتی خواہشات پر اللہ کے قانون کو نظر انداز کر دیا جائے۔ انسانی زندگی کا پھیلاؤ چاہے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس کی فکر میں حیات انسانی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارنا فرض ہے۔ یہی شعور انسانی زندگی سکون و اطمینان پیدا کرتا ہے۔ یہی "اسلامی فکر" مصلح کی شکل میں اجتماعی زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ جس کا بنیادی مقصد انسانی فلاح ہے یہ نظام فکر ایک ایسا نظام ہے جو انسان کو کامیاب و کامران دیکھنا چاہتا ہے: اگر انسان اس بنیادی فکر کو سمجھنے سے عاری رہے تو اس کا محاسبہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا ہے اور اسے علم کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ اس کی ایک بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اقوام کا محاسبہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر کیا جائے۔[28] اللہ تعالیٰ نے انسان کی بھلائی اور رہنمائی کا ایک مکمل نظام پیش کیا ہے فکری پختگی اور اصلاح کے لئے عبادات کا نظام عطا کیا جسے رسول آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نمونہ ہدایت کے طور پر بنی نوع انسان کے لیے پیش کیا گیا۔ حدیث جبریل اس نظام حیات کو مکمل طور پر واضح کرتی ہے: (عَن عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ قالَ: بيْنَما نَحْنُ عِنْدَ رَسولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ ذاتَ يَومٍ، إذْ طَلَعَ عليْنا رَجُلٌ شَدِيدُ بَياضِ الثِّيابِ، شَدِيدُ سَوادِ الشَّعَرِ، لا يُرَى عليه أثَرُ السَّفَرِ، ولا يَعْرِفُهُ مِنَّا أحَدٌ، حتَّى جَلَسَ إلى النبيِّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ، فأسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إلى رُكْبَتَيْهِ، ووَضَعَ كَفَّيْهِ علَى فَخِذَيْهِ. وقالَ: يا مُحَمَّدُ أخْبِرْنِي عَنِ الإسْلامِ، فقالَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ: الإسْلامُ أنْ تَشْهَدَ أنْ لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وأنَّ مُحَمَّدًا رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ، وتُقِيمَ الصَّلاةَ، وتُؤْتِيَ الزَّكاةَ، وتَصُومَ رَمَضانَ، وتَحُجَّ البَيْتَ إنِ اسْتَطَعْتَ إلَيْهِ سَبِيلًا، قالَ: صَدَقْتَ، قالَ: فَعَجِبْنا له يَسْأَلُهُ، ويُصَدِّقُهُ، قالَ: فأخْبِرْنِي عَنِ الإيمانِ، قالَ: أنْ تُؤْمِنَ باللَّهِ، ومَلائِكَتِهِ، وكُتُبِهِ، ورُسُلِهِ، والْيَومِ الآخِرِ، وتُؤْمِنَ بالقَدَرِ خَيْرِهِ وشَرِّهِ، قالَ: صَدَقْتَ، قالَ: فأخْبِرْنِي عَنِ الإحْسانِ، قالَ: أنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأنَّكَ تَراهُ، فإنْ لَمْ تَكُنْ تَراهُ فإنَّه يَراكَ، قالَ: فأخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قالَ: ما المَسْؤُولُ عَنْها بأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قالَ: فأخْبِرْنِي عن أمارَتِها، قالَ: أنْ تَلِدَ الأمَةُ رَبَّتَها، وأَنْ تَرَى الحُفاةَ العُراةَ العالَةَ رِعاءَ الشَّاءِ يَتَطاوَلُونَ في البُنْيانِ، قالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قالَ لِي: يا عُمَرُ أتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلتُ: اللَّهُ ورَسولُهُ أعْلَمُ، قالَ: فإنَّه جِبْرِيلُ أتاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ)[29] (حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص پر ہماری نظر پڑی جس کے کپڑے بہت زیادہ سفید اور جس کے بال بہت زیادہ کالے تھے اس کے حال سے سفر کے آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ اور اسے ہم میں سے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیا اور اپنی ہتھیلیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیں اور کہا! اے اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بتائیے اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ تو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کرے اگر تجھے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔ یہ سن کر اس شخص نے فرمایا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درست فرمایا! حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ہمیں تعجب ہوا کہ خود پوچھتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو۔ پھر اس نے کہا مجھے بتائے ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے خیر اور شر ہونے پر ایمان لائے یہ سن کر اس شخص نے پھر وہی کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا! پھر اس نے کہا: مجھے بتائے احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے دیکھ نہ سکے تو یہ سمجھ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے بتائیے قیامت کیا ہے؟ کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا پھر اس نے کہا اچھا مجھے بتائے اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اس کی بعض نشانیاں یہ ہیں لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور تو ننگے پیر، ننگے بدن، محتاجوں اور بکریاں چرانے والوں کو اونچے اونچے مکانوں میں فخر کرتے ہوئے دیکھے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں وہ شخص اس سوال و جواب کے بعد چلا گیا اور میں ایک مدت تک ٹھہرا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ پوچھا کہ یہ شخص کون تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے عمر کیا جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل تھے جو تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے)۔

درج بالا حدیث مبارکہ کا جس میں کم و بیش تمام عقائد و اعمال اور اسلامی افکار کا دائرہ کار متعین ہے۔ جو انسان کے انفرادی اعمال سے لے کر اجتماعی افعال و کردار کو واضح کرتی ہے۔ اور اس فکر کو ابھارتی ہے کہ کوئی بھی بات اس دائرہ کار سے باہر نہیں۔ حدیث جبریل کی بابت ڈاکٹر حمید اللہ اپنے خطبات میں ذکر کرتے ہیں: نبوت، اسلامی فکر کی تمام شاخوں یا شعبوں کا اگر ہم علیحدہ علیحدہ ذکر کرنا چاہیں تو ایک نشت میں ساری چیزوں پر روشنی ڈالنا ناممکن ہو گا۔ ظاہر ہے ان سب کارناموں میں دین کی تعلیم ہی کو اولیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر سعی فرماتے رہے۔ خوش قسمتی سے دین کے معاملہ میں سہولت یہ حاصل ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں اس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔[30] اسلام ایک وسعت والے دین کا نام ہے جو یہ بات واضح کرتا ہے کہ انسان کو بامقصد پیدا کیا گیا انسان کے افعال و اعمال اور عبادات کے ساتھ ایک فکری دعوت بھی فراہم کرتا ہے کہ انسان کو اپنے رب کی بندگی کس طرح اختیار کرنی ہے۔ بندگی کا ایک واضح تصور اپنے اعمال و افعال میں اللہ تعالی کو صدق دل سے اپنا خالق تسلیم کرنا ہے۔ اور انسانی ذہن میں اس شعور کا آج اگر ہونا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کا نصب العین اللہ کے احکام کی پیروی ہے اور فکر اسلامی میں اس نصب العین اس مقصد کا جامع

اور وسیع تصور صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ انسانی جملہ معاملات پر حاوی ہے جس کا ادراک قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ سے کیا جا سکتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾[31] (نیکی یعنی اصل عبادت یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو، بلکہ نیکی اور اصل عبادت یہ ہے کہ انسان ایمان لائے اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر، اور پھر اللہ کی محبت میں اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اپنا سرمایہ دولت خرچ کرے۔ مستحق رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور لوگوں کو طوق غلامی سے آزاد کروانے پر اور نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے جب وعدہ کرے تو اپنے قول کو پورا کرنے والا ہو اور صبر کرنے والا ہو مصائب و آلام میں مشکلات و شدائد میں اور جنگ و جدل کے وقت میں یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں)۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات مبارکہ فکر اسلامی کو زندگی کے تمام شعبوں میں متعارف کرواتی ہیں اللہ تعالی نے اس فکر کو معاشرہ کے ہر پہلو کے ساتھ ملحق کر دیا ہے۔ تاکہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اس سے خالی نظر نہ آئے۔ جب بہت سارے لوگ آپس میں مل کر رہتے ہیں تو مختلف نوعیتوں سے باہمی طور پر ایک دوسرے سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ افراد کے آپس میں منسلک ہونے کی یہ صورت معاشرہ کی اجتماعی حالت کہلاتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں کا انسانی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اسلام اپنے نظریہ میں صرف انسان کے معاملات اور عبادات کے نظام کی درستگی پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ اجتماعی طور پر ایک منزل معاشرہ چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اجتماعی سطح پر بھی فکر اسلامی کی عکاسی ہو۔ اسی لئے جب ہم اسلامی فکر نظریہ حیات کی بات کرتے ہیں اس سے مراد وہ تہذیبی و تمدنی لائحہ عمل ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے اسلام قوت فکر کو فروغ دیتا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں: یہ ایک گہرا فکری ادراک ہے کہ نظریہ کو انفراد سے اجتماع تک تنوع دے کر فرد اور ریاست، قوم اور معاشرہ میں ایک ربط پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی انفرادیفکر و اجتماعی فکر کے لئے فکر اسلامی ایک باعث مراد نظریے کا نام ہے۔ اگر اس فکر کا مقابلہ مغربی فکر سے کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغرب کے پاس کوئی مکمل نظام فکر موجود نہیں جو ہے وہ عیسائیت کا دیا ہوا نظام ہے جسے کئی بار خود اپنے ہی لوگ مسترد کر چکے ہیں۔ عیسائیت کوئی مکمل نظام فکر نہ دے سکی نتیجتاً مغرب کا انسان الہامی ہدایت سے محروم ہو گیا اس کا ملکہ صرف انسانی ذہن و فکر پر ہی موقوف رہا اس فکری ناکامی نے اس میں مایوسی کو جنم دیا بالاخر وہ نظریہ حیات کا منکر ہوا۔[32] مغربی فکر کے برعکس اسلامی نظریہ فکر نے دنیا کو یقین کی طاقت سے مالا مال کر دیا جس کے سب سے بڑے نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے "فکر اسلامی" تمام بنی نوع انسانی کے لیے اللہ تعالی کی رحمت کا مظہر ہے۔ تاکہ انسان تمام شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کردار ادا کر سکے یہی امر اسلامی فکر کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ فکر اسلامی سے مراد انسان کا وہ نظریہ حیات ہے جو الہامی علم کی روشنی میں انسانی تعقل کی بنیاد پر ارتقاء پذیر ہو کر مکمل ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ انسان کی دنیوی و اخری زندگی میں کامیابی کے اصول کے، الہامی کتابوں اور پیغمبران کرام کے ذریعے انسانوں کو عطا کئے اور آخری کتاب

قرآن حکیم اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اس نظام فکر کی تکمیل کی۔ اس نظریہ حیات علم وحی کی روشنی میں اور پیغمبر خدا کے اسوہ حسنہ کی صورت میں دنیائے عالم میں وقوع پذیر ہوا۔

فکر اسلامی کی بنیادی ماخذ

اسلام، فکر انسانی کو غور و فکر اور تدبر کی دعوت دیتا ہے تاکہ وحی کے ذریعہ پیش کردہ فکر کے تمام ضوابط کی وضاحت ہو سکے۔ تفکر کی یہ استعداد صرف اور صرف انسان کو دی گئی ہے دوسرے حیوانات اس سے محروم ہیں اور تفکر صرف اس شئی میں فکر کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جس کا تصور دل و دماغ میں آسکے۔ اسی لیے اسلامی فکر سے متعلق اسی بات کو علامہ اقبال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: The birth of Islam is the birth of inductive intellect[33] (اسلام کا پیدا ہونا فکر کر استقرائی کا پیدا ہونا ہے)۔ اسلام تمام بنی نوع انسان کو ہر پہلو سے عالی مرتبہ دیکھنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ پہلو انفرادی ہوں یا اجتماعی ہر ایک سلسلہ میں اسلام بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ فکر اسلامی کا سرچشمہ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ ہیں۔ فکر اسلامی میں کی اساس اور بنیادی مصادر قرآن وحدیث ہی ہیں جو مسلمان کے کلی نظریات اور اس سے نکلنے والی اجتماعی و انفرادی سیاسی اور سماجی ابعاد یعنی (Dimensions) کی طرف مکمل رہنمائی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اپنی کتاب " قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل " میں ذکر کرتے ہیں: فکر ہی سے کسی تہذیب و تمدن کے لئے خلیے بنتے ہیں۔ اسلامی فکر کے جائزہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ فکر خالصتا مذہب پر مشتمل ہے۔ فکر اسلامی میں ہر علم کو وحی سے اکتساب فیض کرنا ہوتا ہے۔ اسی انسانی علوم بھی اپنے انداز فکر میں وحی کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر اسلامی فکر کے اس پہلو کو مد نظر نہ رکھا جائے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ زوال فکر اور اصلاح فکر کے راستوں کو مسدود کرنا ہے۔[34]

قرآن حکیم اور فکر انسانی

فکر اسلامی کی بنیادی ماخذ میں قرآن حکیم اصل الاصول ہے۔ یہ اصول اور کلیات کا مجموعہ ہے۔ اس میں بنیادی طور پر اللہ سبحان و تعالی کی حکمت عملی اور دستور سے بحث ہے۔ جبکہ جزوی قوانین کی تفصیل نہایت ہم ہے، جیسا کہ علامہ شاطبی لکھتے ہیں: القرآن علی اختصارہ جامع ولا یکون جا معا الا والمجموع فیہ امور کلیات[35] (قرآن حکیم مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور یہ جامعیات اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس میں کلیات بیان ہوئے ہوں)۔ اسی طرح دوسرے موقع پر فرماتے ہیں: تعریف القرآن بالاحکام الشرعیة اکثر ہ کلی لاجزئی وحیث جزئیا فاخذ لا علی الکلیہ[36] (قرآن حکیم میں احکام شرعیہ اکثر کلی طور پر بیان ہوئے ہیں جہاں جزئی طور پر تفصیل ہے وہ کسی حکم کے ماتحت ہے) قرآن حکم اللہ کی آخری کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی گئی۔ جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا دائمی صحیفہ ہے۔ اورر اسلامی قانون کا اولین سرچشمہ اور شریعت اسلامی کا مصدر رہے۔ قرآن حکیم تمام لوگوں کے لیے امام اورروشن دلیل ہے۔ اور اس کی برپا کردہ علمی تحریک تمام لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن حکیم کا آغاز ان آیات سے ہوا۔ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ٥خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ٥اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ٥الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ٥عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾[37] (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا)۔ اور اختتام پذیر ان آیات کے ساتھ ہوا: ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾[38] (آج میں نے تمہارے

لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا)۔ قرآن حکیم کے مکمل نازل ہونے کے بعد شریعت اسلامیہ مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید کو نازل فرمایا جو سلسلہ ہدایت کی آخری کڑی ہے اور تمام اقوام عالم کے لئے ابدی صحیفہ ہدایت ہے۔ اسلامی قوانین کا سب سے پہلا اور موثر ذریعہ ہے اور اسلامی شریعت کا مصدر اول ہے۔ قرآن حکیم تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ ہے اور پہلے نازل ہونے والی کتب کی تصدیق کرتا ہے قرآن عقائد، عبادات، اخلاق وتمدن، معاملات الغرض ہر طرح کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اس کی تعلیم عالمگیر حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن حکیم تمام انسانیت کے لئے امام اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کی پیش کردہ عالمی تحریک تمام انسانیت کا سرمایہ ہے۔ قرآن حکیم ہی اصل الاصول ہے یعنی جتنے بھی مصادر شریعت کا بیان ہو گا خواہ وہ بنیادی ہو یا ثانوی وہ سب دراصل اسی اولین مصدر قرآن کریم پر مبنی ہیں۔ قرآن حکیم ایک محفوظ ترین کتاب ہے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾[39] (بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ حسی طاقتوں یعنی آنکھ کی بینائی اور کان کی سنوائی فقط اس وقت کار گر ہوتی ہیں جب دل کی بینائی جاگ جاتی ہے۔ جو لوگ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے ان کے قلوب بینائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس حق گوئی کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ قوت بَصَر یا سَمع کو نہیں قرار دیا بلکہ دل کی نابینائی بتائی ہے۔ جو درحقیقت قوت فکر کا نابینا ہونا ہے: ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾[40] (بات یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہیں جو غور و فکر سے عاری ہیں)۔

فکر کے قرآنی مترادفات

قرآن حکیم نے انسانی فکر و تدبر کو مختلف اسالیب میں بیان کیا ہے۔ سورۃ "ص" میں ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾[41] (یہ کتاب برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے کہ ہر دانشمند لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور نصیحت حاصل کریں)۔ الزبیدی "تاج العروس" میں لکھتے ہیں: ادرک الشئ بتفکر وتدبر الاثرہ فھی اخص من العلم[42] (علم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ غور و خوض کر کے اس کے اثرات کو پالیں)۔ تدبر کے حروف اصلیہ د، ب، ر جس کے لغوی معنی کسی پیٹ پیٹھ یا پشت کے ہیں اسی طرح تدبر کا معنی کسی بھی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے غور و فکر کرنا ہے قرآن حکیم میں عقل، سمجھ اور فہم و فراست کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دوسرے مقام پر، اسی مفہوم میں بصیرت وبصارت کے الفاظ اسی مفہوم میں یوں آئے ہیں: قد جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾[43] (بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ہدایت کی نشانیاں آچکی ہیں پس جس نے انہیں نگاہ بصیرت سے دیکھ لیا تو یہ اس کی ذات کے لیے فائدہ مند ہیں جو اندھا رہ گیا اس کا وبال اسی پر ہے اور میں نگہبان نہیں ہوں)۔ بصیرت کا لفظ کئی صرفی صورتوں میں قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے بصر عربی زبان میں آنکھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: وھی لنفس کالبصر للبدن[44] (بصائر بصیرت کی جمع ہے جس طرح جسم کے لئے بصر ہے اسی طرح نفس روح کے لیے بصیرت ہے)۔ بصیرت کے معنی ہیں غور و فکر اور عقل کے استعمال سے کسی بات کی تہہ تک پہنچنا اور حالات وواقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: بابصیرۃ الحجۃ البنیۃ الظاہرۃ[45] (بصیرت ایک حجت اور ظاہری دلیل ہے)۔ اسی طرح قرآن میں انسانی شعور وادراک کے ساتھ بھی علم و تدبر مذکور ہے: ﴿وَ

اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ جَآءَتۡہُمۡ اٰیَۃٌ لَّیُؤۡمِنُنَّ بِہَاقُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ وَ مَا یُشۡعِرُکُمۡ اَنَّہَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ﴾[46](وہ بڑے تاکیدی حلف کے ساتھ اللہ کی قسم میں قسم کھاتے ہیں اگر ان کے پاس کوئی کھلی نشانی آ جائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں ان سے کہہ دو کہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس اور (اے مسلمانو) تمہیں کیا خبر کے جب نشانی آ جائے تو وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے)۔ شعور کا لفظ کی صرفی اشکال میں قرآن میں وارد ہوا ہے۔ اس کا مادہ ش،ع،ر ہے جس کے معنی ہیں کسی بات کو جان لینا، سمجھ لینا۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: واشعرتہ ای ادرتیہ [47](مجھے محسوس ہوا یعنی میں نے پالیا)۔ قرآن حکیم میں حکمت کی اصطلاح خاص، انسانی فکر و تدبر کے اعلیٰ درجے کے طور پر مذکور ہے۔ لہٰذا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت جلیلہ کے سلسلے میں ارشاد ہوا:﴿لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡاعَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾[48](بے شک اللہ تعالی نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا! کہ ان میں انہی میں سے عظمت والے رسول مبعوث فرمائے جو ان پر انہی کی آیات پڑھتے اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں)۔ حکمت کا لفظ متعدد مقامات پر قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے، جس کا معنی کسی بات یا کسی چیز کی اصلاح ودرستی کے لیے مدبرانہ غوروفکر کرنا اور اس بات کا مناسب حل تلاش کرنا ہے۔ غوروفکر اور تدبر و تحقیق کے بعد جو حل تلاش کیا جاتا ہے اسے حکمت کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ نے علم اور سچائی کے ذریعے لوگوں کو صحیح فکر سے روشناس کروایا، اسی وجہ سے اسلام کے اعتقادات اور اصول صرف عقل، فہم اور سچائی پر مبنی ہیں۔[49]

حدیث وسنت رسول ﷺ

فکر اسلامی کا دوسرا ماخذ سنت نبوی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سنت کے معنی طور طریقہ کے ہیں اور آئمہ و فقہاء کی اصطلاح میں سنت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام افعال اور اقوال اور دوسروں کے وہ افعال واقوال جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خاموشی اختیار کی اور جن کو قائم رکھا سنت کہلاتا ہے۔ حدیث بامعنی نئی بات یا گفتگو کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا:﴿وَ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴾[50](اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی)۔ یا پھر یوں آیا:﴿وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ﴾[51](اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)۔ اصطلاحاً، حضور ﷺ کے مبارک قول و عمل کے یہ لفظ مخصوص ہے۔ آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ کے ارشادات، افعال اور بیانات کے لیے حدیث کا لفظ استعمال ہوتا رہا ہے۔ جسے بعد میں صحابہ و تابعین نے بھی استعمال کیا۔ اس کی مثال کتب حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے پوچھا: من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیامہ ؟[52](قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے لحاظ سے کون انسانوں میں سے زیادہ خوش نصیب ہوگا)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:(قال رسول اللهﷺ لقد ظننت يا ابا هريره ان لا سئلنى عن هذا الحديث احد اول منك بما راتک من حرصك عن الحديث، ان اسعد الناس بشفاعتى يوم القيامه من قال لا اله الا الله)(آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ میر اندازہ تھا کہ اس بات کے بارے میں تم سے پہلے کوئی شخص مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں حدیث کے بارے میں تمہارا شوق دیکھتا ہوں ۔میری شفاعت کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا جس نے کہا ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)۔ محدثین نے صحابہ کے اقوال اور افعال پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن اولین طور پر اس سے مرادوہ امر ہے جس

کی نسبت محمد ﷺ کی طرف ہو۔ علامہ کرمانی نے حدیث رسول کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:(ما اضیف إلی النبی من قول اوفعل اوتقریراو و صف خلقی اوخلقی[53] (حدیث سے مراد آپ کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر، یا آپ کے جسمانی واخلاقی اوصاف کا بیان ہے)۔ البتہ حدیث کا لفظ فقہاء کے نزدیک صرف اصول کے اقوال پر ہوتا ہے۔ محدثین نے حدیث کے مفاہیم کو واضح کرنے کے لئے وسعت سے کام لیا۔ اور اس کو بھی دونوں کے لئے عام کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل خواہ انہیں سنت کہا جائے یا احادیث کہا جائے ایک ہیں۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات سنت کی بنیاد کو واضح کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کو قرآن کا شارح قرار دیتی ہیں۔ سورۃ النحل میں ہے:﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[54](اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں)۔

حدیث رسول کی فکری حیثیت

اگر قرآن کی مجموعی تعلیمات نظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کو حیات انسانی کے لئے مستقل راہنما اور ایک مؤثر قائد کی حیثیت سے مختلف پیرایوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول ﷺ معلم بھی، حاکم بھی، قاضی بھی، اور ایک سپہ سالار بھی تھے۔ آپ ﷺ نے افراد کی تربیت فرما کر ان کو ایک منظم جماعت کی شکل دی اور ایک مضبوط ریاست کو قائم کیا۔ آپ ﷺ نے جس منظم معاشرہ کی بنیاد رکھی وہ ایک مثالی معاشرہ تھا۔ اسے ہر آنے والے دور کے لیے مثال کے طور پر پیش ہونا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی کے تمام پہلوؤں اور اہم تقاضوں کو پورا کیا۔ البتہ ایسی گنجائش موجود رہی کہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور روشنی کے تحت اجتہاد کی روح برقرار رہے۔ متعدد آیات، آپ ﷺ کی حیثیات کو نمایاں کرتی ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ کو قرآن حکیم نے ایک حکیم و دانا معلم کے طور پر پیش کیا ہے، جو تعلیم کتاب وحکمت کے ذریعے قلبی وروحانی تربیت وتزکیہ عطا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَؕ﴾55 (جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا)۔﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ﴾[56](بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾[57](وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے)۔ ان تمام آیات مبارکہ میں رسول ﷺ کے کام کی نوعیت کو بیان کیا گیا ہے؛ تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس۔ جہاں تک تلاوت آیات کا تعلق ہے تو یہ بات ظاہر ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا اِس میں آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ نازل شدہ کلام لوگوں کو من وعن سنا دیں اور ان تک پہنچادیں۔ قرآن کی کئی آیات میں اس باب کی طرف اشارہ موجود ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِؕ﴾[58](اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف

آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمادیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا)۔ اس آیت مبارکہ میں آپ کی ذمہ داری کو واضح طور پر بیان میں کیا گیا کہ لوگوں تک کلام الٰہی کو پہنچادیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری آیات اس ضمن میں تعلیم کتاب سے مراد یہاں معنی و مفاہیم کو ذہین نشین کرانا ہے۔ اور عام طور پر اس کی دو صورتیں ہیں۔ قرآن حکیم کے احکام کے مطابق عمل کر کے دیکھانا اور قرآن حکیم کی آیات کی تشریح اپنی زبان میں بیان کرنا۔ آپ ﷺ نے قرآنی احکام کی تعلیمات کو بیان کرنے کے لئے یہی طریقے اختیار کئے۔ مثلا نماز کا طریقہ، تقسیم زکوۃ، تنظیم ریاست و معشت اور آداب معاشرت ان تمام امور کے بارے میں رسول ﷺ نے کتاب کی تعلیمات کے مطابق عمل کیا۔ اسے نظر انداز کر دینے سے تعلیم کتاب کی خود ساختہ کہانی تو بن سکتی ہے۔ مگر وہ حقیقی تعلیم نہیں بن سکتی بن سکتی جو اللہ کی مرضی ہے۔ نماز، قیام، رکوع، سجود اور تسبیح سب کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر اس کا طریقہ ادا، اور عملی تشکیل آپ کے عمل سے ثابت ہے۔ متعدد آیات قرآنیہ کے پس منظر میں ایسے مخصوص حالات و واقعات ہیں جن کا تعلق آپ ﷺ کی ذات اقدس یا آپ ﷺ کے عمل سے ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں قرآنی آیات کا پس منظر اور تشریح کو بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید نے آپ ﷺ کے تشریحی منصب کی وضاحت کی ہے۔ ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[59] (اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں)۔ ﴿وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾[60] (اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں کیلئے وہ بات واضح کر دو جس میں انہیں اختلاف ہے اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے)۔ کتاب اللہ کی یہ تبیین و تشریح آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ قرآن حکیم کے نزول کے اغراض ہی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے احکام کو لے کر اس فہم و بصیرت جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کریں۔ اسی طرح تعلیم حکمت کی بنیاد پر، حدیث رسول وحی الٰہی کے بعد دوسرا قانون اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے۔ حکمت کا مادہ "حِکم" ہے اور حکم کے معنی ہیں کسی کی اصلاح کے لیے کسی کو کسی کام سے باز رکھنا۔ صاحب لسان العرب نے حکمت کے معنی و مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے: الحكمة عبارة عن معرفةافضل الاشياء با فضل العلوم۔[61] (حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے جاننے کو کہتے ہیں)۔ الاصفہانی لکھتے ہیں: والحكمة اصابة الحق بالعم والعقل فاالحكمة من الله تعالىٰ معرفة الاشياء واجادهاعلى غاية الاحكام ومن الانسان معرفة الموجودات وفضل الخيرات۔[62] (اور حکمت علم اور عقل کے ذریعے سے سچی اور صحیح بات کو پہنچنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کو جاننا اور ان میں بکمال خوبی پیدا کرنا ہے۔ اور انسان کی حکمت موجودات جاننا اور اچھی باتوں کا کرنا ہے)۔ علمائے لغت کے علاوہ علمائے تفسیر نے بھی حکمت کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے کی کوشش ہے۔ ابن جریر لکھتے ہیں: (والصواب من القول عندنا فی العلمة انها العلم با احكام الله التى لا يدرک علمها الا بيان الرسول والمعرفة بها وما دل عليه ذالک من نظائره وهو عندى ماخوذ من العلم الذى بمعنى الفصل بين الحق والباطل)[63] (ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حکمت ان احکام الٰہیہ کا نام ہے۔ جو صرف رسول اللہ کے بیان و تشریح سے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی جو مثالیں اور نظریں ہیں ان کی معرفت کو کہتے ہیں اور حکمت کا لفظ میرے نزدیک حکم سے ماخوذ ہے جس کے معنی حق و باطل میں فرق واضح کرنا ہے)۔ امام شافعی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سنت وہ حکمت ہے جو اللہ سبحان کی طرف سے آپ کے دل میں ڈالی گئی۔[64] معلوم ہوا کہ اصل حکمت نبوی وہ نور نبوت اور الہامی معرفت ہے۔ جس کو اللہ تعالی نے رسول اللہ کے قلب و ذہن میں اتارا ہے۔ آپ کے سنن و اقوال آپ کی اس

ودیعت شدہ حکمت نبوی اوار اور آثار و نتائج ہیں جو اللہ نے محمد رسول کے قلب و ذہن میں ودیعت کیا تھا۔[65] اسی بنیاد پر، قرآن حکم آپ کی ذات اقدس کو بطور نمونہ تقلید پیش کرتا ہے۔ اور ان کی پیروی کا حکم دیتا ہے اور ساتھ یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ اللہ کی محبت کا حصول رسول کی محبت و اطاعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ کی ذات کو تمام انسانیت کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾[66] (بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے)۔ آپ ﷺ کی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو شارع قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تشریعی اختیارات (legislative Powers) دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال و حرام صرف وہ نہیں جو قرآن حکیم میں بیان ہوئے بلکہ وہ سب بھی ہیں جن کو رسول اللہ نے حرام یا حلال قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾[67] (اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے)۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم اللہ کی پیروی کے ساتھ ساتھ سول اللہ کی سیرت و کردار اور افعال و احوال کی پیروی کی بھی تلقین کرتا ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾[68] (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو)۔ اس سے یہ واضح ہے کہ قرآن حکیم نے رسول کی ذات کو ماخذ قانون کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ تمام امت اس پر متفق ہے کہ آپ کی ذات قرآن حکیم کے بعد دوسرا قانونی ماخذ ہے۔ حدیث و سنت کی حجیت و حقیقت کا دارومدار آپ ﷺ کے ادراک سے ہے۔ یہ ان کا مقام و مرتبہ ہے کہ جو ان کے افعال واقوال کو نمونہ تقلید قرار دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث و سنت کی دینی حیثیت مسلّم ہے۔

خلاصہ بحث

انسان کی سب سے نمایاں خوبی جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے وہ تدبر، تعقل اور قوت غور و فکر ہے۔ قوت غور و فکر کا اولین تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے مقصد حیات کو سمجھے اور نیابت ارضی اور (خلافت) ارضی کے تقاضوں کو پورا کرے۔ قرآن حکیم شدت کے ساتھ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس کی فکری بنیادیں مستحکم ہو سکیں۔ غور و فکر کی خوبی کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام " خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ قرار پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام بنی نوع کو اس آفاقی فکر سے روشناس کرایا، جسے "فکر اسلامی" کا نام دیا گیا۔ فکر اسلامی کا بنیادی سرچشمہ قرآن و حدیث ہیں۔ اسلامی فکر کا صحیح اور واضح تصور نہ صرف انسان کی سوچ اور انداز فکر کے بارے میں تبدیلی پیدا کرتا ہے تو پورے انسانی معاشرہ کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی کی بدولت عرب کے جاہل اور فرسودہ خیالات رکھنے والے معاشرہ کی کایا پلٹ گئی۔ وہ علم و عرفان اور فکر و نظر کی نئی منزلوں سے روشناس ہوا، اور اجتماعی اور انفرادی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا۔ ان اہل فکر و نظر نے جن کو دنیا صحابہ کرام کے نام سے جانتی ہے۔ اس چشمہ فیض سے خود بھی مستفید ہوئے اور بنی نوع انسان کو بھی اس سے فیض حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا اور یہ اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ وہ ایک آفاقی فکر کے علمبردار ہیں جو افراط و تفریط سے یکسر پاک ہے۔ اس میں ذاتی اور گھریلو زندگی سے لے کر بین الاقوامی اصول عطا کیے گئے ہیں۔ اسلامی فکر کی آسان اور مختصر تعریف یہ ہے کہ زندگی کے تمام مسائل کے متعلق اسلامی تعلیمات کا نام اسلامی فکر ہے۔ جس کی ترویج آدم سے لے کر آپ ﷺ تک انبیاء و رسل نے کی

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے اصول تدریج کے تحت نوع انسان کی تربیت و اصلاح فرمائی کیونکہ اسلامی فکر، فرد واحد کو اک کامیاب انسان کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ تاکہ دنیا کو واقعتا اس بات کا یقین ہو جائے کہ "اسلامی فکر" ہی بنی نوع انسان کے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے۔ بشرطیکہ اس نسخہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی مقرر کردہ ہدایات کے مطابق استعمال کیا جائے۔

References

1 Al-Isrā': 9
2 Al-Imrān: 164
3 Mahmoud Murtaza Hussaini Al-Zubaidi, *Tāj al-'Ūrūs* (Beirut: Dar al-Fikr, 1994), 7: 359.
4 Abu Hamid Muhammad Ibn Muhammad Al-Ghazali, Ihyā al-'Ulūm al-Dīn (Beirut: Dar al-Ma'rafat, n.d), I: 332
5 Al-Ghazali, *The Chemistry of Happiness* (Lahore: Muktaba Rehmaniya Urdu Bazar, 1980), 24
6Raghib Isfahāni, *Al-Mufardāt fī Gharīb al-Quran*, 384
7Isfahāni, *Al-Mufardāt fī Gharīb al-Quran*, 808
8 Syed Ahmed Dehlavi, *Farhang-e-Asafia* (Lahore: Muktaba Hasan Sohail), 3: 350
9 *The Oxford English Dictionary* (Oxford Press, 1989), p: 1824
10 *Ibid*, p: 983
11 Muhammad Iqbal, The *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore : Institute of Islamic Culture, 1990), 5
12 Burhan Ahmed Farooqui, *Quran and Living Problems of Muslims* (Lahore: Institute of Islamic Culture),58
13 Hussain, Syed Nasr, *Traditional Islam in the Modern World* (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1992), 9
14 Zia-ul-Hassan Farooqi, *The Modern Formation of Islamic Thought* (Maktaba Rehmaniya, Lahore), 67
15 Maulana Abul Hasan Nadvi, *Islamic Civilization and Culture* (Islamabad: Dawa Academy International University), 39
16 Anees Ahmad, *Quranic Foundations of Islamic Thought and Culture* (Lahore: First Edition: 2010), 27
17 Khalifa, Abdul Hakeem, *Basic Characteristics of Islam* (Islamic Culture Institute, Lahore: 1975), 35
18 Al-Shams: 7-8
19 Al-Baqarah: 31
20 Al- Alaq: 5
21 Al-Baqarah: 36
22 Ibn Kathir, Al-Bidāyah wa al—Nihāya (Dar al-Salaam: 2004), 31:
5923 Al-A'raf
24 Al-Nakhl: 120-123
25Khurshid Ahmad, Islamic philosophy *of Life* (Karachi: Department of Authorship and Compilation, 1986), 105
26 Yunus: 19
27 Khurshid Ahmad, Islamic philosophy of Life,5
28 Professor Muhammad Usman, Reconstruction of Islamic Thought (Sang-eMeel Publications: 1975), 144

29 Al-Sahih, Al-Muslim, Kitab al-Iman, Chapter Marifata al-Iman, Islam, and Qadr (Dar wa al-Hayya l-Tharat al-Arabi, Beirut) p. 36
30 Dr. Muhammad Hameedullah, *Khutbāt-e-Bahawalpur* (Bahawalpur: Islamia University, 1407 AH), 141
31 Al-Baqarah: 177.
32 Khurshid Ahmad, Islamic philosophy of life, 5
33 Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam,* 120
34 Farooqi, *Quran and the living problems of Muslims* ,53
35 Abi Ishaq Ibrahim Ibn Musa Al-Shātabī, *al-Muwāfaqāt* (Qatar: Idara Islamiy), 3: 367.
36 Al-Shātabī, *al-Muwāfaqāt,* 3: 367.
37 Al-Alaq 1-5
38Al-Maida: 3
39 Al-Hijr: 9
40 Al-Hajj: 46
41 Saad:29
42 Al-Zubaidi, Mahmoud Murtaza Hussaini, *Tāj al-'Uūs*:33
43 Al- An'ām: 104
44 Al-Baydāwi, *Tafseer al-Baydāwī (*Beirut: Dar al-Kitab al-Ilamiyyah, 1408 AH),1: 439
45 Al-Qurtubī, Al-Jāmi li Ahkām al-Quran (Cairo: Dar al-Kitab al-Misriya, 1964), 57
46 Al-Ana'am: 109.
47Muhammad Ibn Mukrram Ibn Manzoor, Lisān al-'Arab (Beirut: Dar Sadir), 4: 410
48 Aal Imrān: 164
49 Abdul Waheed, Khan, *The Personality of the Last Prophet Muhammad* (Riyadh: International Publican House, 2012), 33
50 Taha: 20-9
51 Alzuha:18
52 Al-Bukhārī, Kitāb al-Raqqāq, Chapter 2: 29
53 Muhammad Ibn Kirmani, *Al-Kawaqib al-Darārī fi Sharh Sahih al-Bukhari* (Beirut: Dar *I*hya al-Trath al-Arabi,), 1: 6.
54 Al-Nakhl: 44
55 Also:15
56 Aal Imran: 164
57 Al-Juma'a: 2
58 Al-Maida: 67
59 Al-Araf: 31
60 Al-Nakhl: 64
61 Ibn Manzoor, Lisān al-Arab, 12: 140
62 Al-Isfahani, Mufardāt al-Quran, 126
63 Ibn Jarir Al-Tabari, *Jām' al-Bayān fi Ta'wīl Āy al-Qur'an* (Beirut: Dar al-Kitab al-Ilamiyyah,), 3: 82
64 Al-Shāfi'i, Al-Risālah fī 'Ilm 'Usūl al-Fiq, 3: 78.
65 Nadvi, Syed Salmān, Sirat al-Nabi (Lahore: Madinah School, Urdu Bazar), 4: 156.
66 Al-Ahzāb: 21
67 Al-Hashr: 7
68 Al-Nisā': 59